AL-AẒWĀ الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 35, Issue, 54, 2020
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan

"غنیۃ المتملی شرح منیۃ المصلی" کا منہج وخصائص

Ghunyat al-Mutamallī fi Sharḥ Muniyyat al-Muṣallī-Style and Salient Features

محمد عبداللہ*

Abstract:

Ḥanafi School of fiqh, being the oldest school of fiqh has a rich literature of Islamic Law. The book Ghunyat al-Mutamalī is a brief commentary on an authentic text Muniyyat al-Muṣalī. This commentary is regarded among the most authentic texts in Ḥanafī School of Fiqh especially for injunctions of Ṭaharah and prayer. This study is aimed to explore the salient features of this book. At first, the writer has provided a comprehensive biography of its author: Ibrāhīm Ḥalabī. At second he has brought the salient features of this book under discussion. He has concluded that this script has been preferred to consult for its authenticity and that author has consulted the most authentic sources of shariah. He has also come to this conclusion that Ḥalabī has strictly followed the principles that have been set for opting a preferred opinion among different viewpoints of Ḥanafi jurists. The crux of this academic discussion is that what has been said for this book in form of praise is true and right.

***Keywords**:* Prayer; Ḥanafī; Ḥalabī; Ghunyat Al-Mutamallī; Munyat Al-Muṣallī

کتاب " غنية المتملى شرح منية المصلى" اسلامی فقہ حنفی کی مستند اور معتمد کتابوں میں شمار کی جاتی ہے، نماز کے مسائل کے حوالے سے فقہ حنفی میں یہ ایک ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، یہ دسویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ ابراہیم بن محمد حلبی المتوفی 956ھ/1549ء کی تالیف ہے۔

مؤلف کے احوال وآثار

کتاب کے مؤلف کا نام "ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی "ہے،آپ حلب شہر سے تعلق رکھتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حلب میں ہی پیدا ہوئے،آپ تقریباً 866ھ میں پیدا ہوئے۔[1]

---

* اسسٹنٹ پروفیسر،ادارہ علوم اسلامیہ،جامعہ پنجاب،لاہور ،پاکستان

آپ نے حلب میں اس وقت کے علماء سے علم حاصل کیا، پھر وہاں سے مصر روانہ ہوگئے،اور پھر وہاں حدیث، تفسیر اور اصول وفروع کا علم حاصل کیا۔

تدریسی خدمات

ابن الحنبلی کہتے ہیں کہ آپ کے خاندان نے روم کے شہر قسطنطینیہ کے ایک علاقہ قطن میں ہجرت کی، وہاں سکونت اختیار کی اور نصف صدی سے زیادہ قیام کیا،اور میرے والد بھی ان کے ساتھ اکٹھے رہے ،ابراہیم حلبی وہاں رہے، ان کے سامنے میری کتاب "الفوائد السریۃ فی شرح مقدمۃ الجزریۃ" پیش کی،آپ نے اس کی تعریف میں بھی لکھا،آپ بعض جامعات میں امام مقرر ہوئے، پھر جامع سلطان محمد خان قسطنطینیہ میں امام اور خطیب مقرر ہوگئے۔[2]

ابن حنبلی نے لکھا ہے کہ سعدی جلبی جو کہ روم شہر کے بڑے مفتی تھے وہ مشکل فتاویٰ میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے،جب انہوں نے دارالقراء تعمیر کیا تو ابراہیم حلبی کو اس میں مدرس مقرر کیا، اور پھر ان کو اپنا نائب بنالیا،آپ تاحیات یہاں پر ہی درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔[3]

سیرت وکردار

آپ علوم عربیہ، تفسیر، حدیث اور علوم قراءات کے بڑے عالم تھے،آپ کو فقہ اور اِصول میں ید طولیٰ یعنی خوب مہارت حاصل تھی، فروعی مسائل ان کو متحضر رہتے تھے،آپ نیک، متقی، پاکباز، دنیا سے بے رغبت ،پرہیزگار اور بہت عبادت گزار تھے۔آپ علم کے طالبین کو پڑھاتے ،اور بہت سے لوگوں نے آپ سے فائدہ اٹھایا،آپ اپنے گھر میں رہتے ہوئے علم میں مشغول رہتے، کوئی بھی شخص آپ کو گھر میں دیکھتا یا مسجد میں پاتا تھا، جب آپ راستے میں چلتے تھے تو اپنی نگاہیں لوگوں کی طرف سے جھکا لیتے تھے،ان کی طرف سے کسی نے یہ نہیں سنا کہ آپ نے کسی انسان کا برائی کے ساتھ ذکر کیا ہو۔آپ دنیا میں سوائے علم، عبادت، تصنیف اور تحریر کے کسی چیز سے لطف اندوز نہیں ہوئے،آپ نے ابن العربی کے بعض نظریات پر نقد وتبصرہ بھی کیا ہے۔4

وفات

آپ نے956ھ/1549ء میں انتقال فرمایا،اس وقت آپ کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی، اس معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش تقریباً866ھ میں ہوئی۔[5]

تصنیفی خدمات

آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں رسائل اور کتب شامل ہیں،ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں:

1۔ ملتقی الابحر فی الفروع: ابن الحنبلی کہتے ہیں کہ اس کتاب میں مؤلف نے چار ایسے اہم متون کو جمع کیا ہے، جن پر اہم علم نے اعتماد کیا ہے، جن میں مختصر القدوری، المختار للفتویٰ للموصلی، کنز الدقائق للنسفی اور وقایۃ الروایۃ للمحبوبی شامل ہیں، ان کو آسان عبارت کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اس میں ابن ساعاتی کی مجمع البحرین سے بھی بعض اہم مسائل کا اضافہ کیا ہے، جن کی بعض اوقات احتیاج ہوتی ہے، اور برہان الدین مرغینانی کی بدایۃ المبتدی سے بھی بعض اہم مسائل شامل کیے، اور اس کتاب کو امام محمد بن حسن الشیبانی کی الجامع الصغیر اور علامہ مرغینانی کی الہدایۃ کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا، اس لحاظ سے یہ بہترین تالیف ہے۔

نجم الدین محمد الغزی الکوکب السائرہ میں رقمطراز ہیں کہ: یہ کتاب شیخ الاسلام نے روم کی طرف سفر کے دوران چھتیس سال کی عمر میں مرتب کی، اور کتاب مطالع البدریۃ میں اس کتاب کی تحسین کی اور کہتے ہیں کہ وہ میرے پاس بارہا آئے، اور محبت کا اظہار کیا، حتی کہ میرے اور ان کے درمیان بہت محبت ہوئی، حتی کہ انہوں نے کچھ دنوں کے لیے اپنی کتب بطور عاریت کے دیں۔[6]

2۔ شرح ہیۃ المصلی اس کتاب کو کتب تاریخ میں مختلف ناموں سے ذکر کیا گیا ہے، جو درج ذیل ہیں:[7]

ا۔ قنیۃ المتحلی فی شرح منیۃ المصلی

ب۔ غنیۃ المتملي فی شرح منیۃ المصلی

ج۔ بغیۃ المتملي فی شرح منیۃ المصلی

د۔ غنیۃ المستملي فی شرح منیۃ المصلی

البتہ اس کا معروف نام "حلبی کبیر" اور "کبیری" ہے۔

3۔ غنیۃ المتملي فی شرح منیۃ المصلی۔ یہ کتاب بھی منیۃ المصلی کی مختصر شرح ہے، جو کہ "حلبی صغیر" اور "صغیری" کے نام سے معروف ہے۔ حلبی کبیر کے بعض نسخوں میں یہ کتاب اس کے حاشیہ پر بھی موجود ہے۔

حلبی کبیر وہ کتاب ہے کہ جس میں حتی الامکان نماز کے بہت سے مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے، حتی کہ اختلافی مسائل کو بھی نہایت عمدہ اور لطیف توجیہات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

4۔ تحفۃ الأخیار علی الرد المختار شرح تنویر الأبصار

5۔ تلخیص الفتاوی التاتارخانیۃ

6۔ تلخیص القاموس المحیط للفیروز آبادی

7۔ تلخیص الجواهر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ

8۔ تلخيص شرح للعلامة ابن الهمام -- تلخيص الفتح القدير من شرح الهداية.
اس میں بعض مقامات پر تنقید بھی فرمائی۔

9۔ تسفيه الغبى في تنزيه ابن العربي. اور بعض کتب میں تسفيه الغبى في تكفير ابن العربي کے نام سے ہے۔ اس میں امام سیوطی پر بھی رد کیا گیا ہے۔

10۔ درة الموحدين وردة الملحدين.

11۔ الرهص والوقص لمستحل الرقص في الرد - یہ شیخ سنبل کے ایک رسالہ پر رد میں لکھی گئی.

12۔ سلك النظام شرح جواهر الكلام في العقائد.

13۔ شرح الفية العراقي في أصول الحديث.

14۔ شرح التائية للمقرى في التذكير.

15۔ القول التام عند ذكر ولادته عليه السلام.

16۔ نعمة الذريعة في نصرة الشريعة ردا للفصوص.

17۔ مختصرطبقات الحنابلة

وغير ذلك من الرسائل[8]

کتاب "غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی" المعروف حلبی کبیر کی اہمیت:

الشقائق النعمانیہ میں ہے کہ حلبی کبیر وہ کتاب ہے کہ جس میں حتی الامکان نماز کے بہت سے مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے، حتی کہ اختلافی مسائل کو بھی نہایت عمدہ اور لطیف توجیہات کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور بہت عمدہ تقریر کی ہے۔[9]

اس کے بعد اہل علم کی ایک بڑی تعداد نے بھی اس تعریف کو اپنے اپنے اِسلوب میں نقل کیا ہے۔

یہ کتاب حلبی کبیر حنفی مذہب میں متاخرین کے با اعتماد متون میں امتیازی مقام کی حامل ہے، حتی کہ علامہ ابن عابدین شامی اس کتاب سے بکثرت استفادہ کرتے ہیں، اور رد المحتار میں طہارت اور نماز کے مسائل میں اس کتاب کے بہت حوالے دیتے ہیں۔ ذیل کی کتب میں اہل علم نے اپنی تحقیقات اور تالیفات میں اس کتاب کے حوالے سے بہت سی عبارات درج کی ہیں:

تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشِّلْبِيِّ، درر الحكام شرح غرر الأحكام، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، حاشية الطحطاوي على

مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، اللباب في شرح الكتاب، شرح فتح القدير، ردالمحتار على الدر المختار، شرح تنوير الأبصار، الفتاوى الهندية۔

یہ چند اہم کتب ہیں ،ان کے علاوہ بہت سی ایسی کتب ہیں جن میں اس کتاب سے استفادہ کیا گیاہے،ان تمام کتب کی فہرست کا ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں ہوگا،اس لیے ان سب کو ذکر نہیں کیا گیا۔

ہیۃ المصلی پر شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد المعروف ابن امیر الحاج (978ھ) نے ایک عمدہ اور جامع شرح "حلبة المجلى وبغية المهتدى" کے نام سے تالیف کی، حلبی کبیر کی عبارات کے فہم میں یہ تالیف کافی معاون ہے۔

کتاب "غنیۃ المتملی شرح منیۃ المصلی" کا اُسلوب:

یہ کتاب چونکہ ہیۃ المصلی کی عربی شرح ہے، کتاب کی عبارت آسان اور عام فہم ہے، چونکہ مسائل کے افہام میں عام طور پر اہل علم آسان اِسلوب اختیار کرتے ہیں، کیونکہ اس قسم کی تالیفات میں مقصود عبارت نہیں ہوتی بلکہ مقصود معانی ہوتے ہیں، تاکہ قاری کو اصل مسئلہ کا صحیح فہم حاصل ہو جائے، اس لیے عام طور پر ایسے الفاظ اور جملے استعمال کرتے ہیں جس سے عبارت فہمی میں رکاوٹ نہ ہو۔

البتہ یہ ہو سکتاہے کہ بعض مقامات پر کچھ ایسی مثالیں یا اِصول یا قواعد ذکر کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے، کہ جس کے الفاظ عمومی اِسلوب سے کچھ مختلف ہوتے ہیں یعنی ان میں اِشارات یا مخصوص کلمات استعمال کیے گئے ہوئے ہیں، اس لیے وہاں ایسے مقام پر ان الفاظ یا جملوں کو لانا ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے اس کتاب کا عمومی اِسلوب فقہی ہے اور فقہاء مسائل کے افہام میں آسان اور عام فہم عبارات استعمال کرتے ہیں، اسی اِسلوب کو اپنایا گیاہے۔

کتاب کا منہج

کتاب "غنیۃ المتملی شرح ہیۃ المصلی" چونکہ فقہی مسائل پر مشتمل کتاب ہے، اس کے منہج کو واضح کرنے کے لیے ایک اقتباس کو نقل کیا گیاہے:

> (أما الشرط الثالث فهو ستر العورة) وهي تطلق في اللغة على الخلل ونقص على ما ينبغي ستره وعلى ما يستحيى منه وفي الشرع على ما يفترض ستره في الصلاة والأصل في فرضية ستر العورة في الصلاة قوله تعالى {خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ}[10] فإن المراد من الزينة المحل الذي يحصل به الزينة وهي الثياب والمراد من المسجد الصلاة التي محلها المسجد فالأول ذكر الحال وإرادة المحل والثاني عكسه كذا قالوا. واعترض عليه بأنها نزلت

في الطواف والستر فيه واجب فإن اقتضت الفرضية ينبغي أن يقتضيها أيضا في الطواف وإلا فينبغي أن يكون الستر في الصلاة أيضا واجبا لا فرضا والحق أن الفرضية تعينت بالإجماع إذ لم يخالف فيها أحد من الأمة على ما نقله غير واحد من أئمة الثلاثة إلى أن حدث بعض المالكية كالقاضي إسماعيل فخالف وخلافه بعد تقرر الإجماع غير معتبر ولو سلم أنه من المجتهدين وح فالآية يصح كونها مسند الإجماع لأن العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب وكذا الحديث عن عائشة ترفعه لا يقبل الله صلاة حائض إلا بخمار رواه أبوداود [11] والترمذي[12] وحسنه والحاكم[13] وصححه ابن خزيمة في صحيحه[14]. المراد بالحائض البالغة لأن الحائض حقيقة لا صلاة لها أصلا[15]۔

" تیسری شرط وہ ستر کا چھپانا ہے اور لغت میں خلل اور نقص پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے،اور جس چیز کو چھپایا جاتا ہے اور جس چیز سے شرم محسوس کی جاتی ہے،اور شریعت میں ستر سے مراد جسم کا وہ حصہ جس کا نماز میں چھپانا فرض ہے اور نماز میں ستر چھپانے کی فرضیت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " اے آدم کی اولاد، تم مسجد کی ہر حاضری (یعنی عبادت) کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو"اور زینت سے مراد وہ جگہ ہے جس سے زینت حاصل ہوتی ہے،اور وہ کپڑے ہیں،اور مسجد سے مراد نماز ہے جو سجدے کا محل ہے،پہلے لفظ میں حال ذکر کر کے محل مراد لیا گیا اور دوسرے لفظ میں محل ذکر کر کے حال مراد لیا گیا (زینت حال اور کپڑے محل ہیں،دوسری صورت میں مسجد سے مراد سجدہ گاہ ہے،جو کہ محل ہے اور مراد حال ہے،یعنی حالت نماز)ایسا ہی علماء نے کہاہے۔اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ یہ آیت طواف کے بارے میں نازل ہوئی اور اس میں ستر واجب ہے،پس اگر یہ فرضیت کا تقاضا کرے تو پھر مناسب یہ ہے کہ طواف میں بھی فرضیت کا تقاضا ہو وگرنہ نماز میں بھی ستر واجب ہوناچاہیے نہ کہ فرض ہو۔ (جواب) صحیح بات یہ ہے کہ فرضیت اجماع سے متعین ہوئی ہے،ائمہ میں سے کوئی بھی اس کا مخالف نہیں ہے، جیساکہ بہت سے ائمہ نے اسے نقل بھی کیاہے۔البتہ بعض مالکیہ میں سے جیساکہ قاضی اسماعیل نے اختلاف کیا ہے۔لیکن اجماع کے قائم ہوجانے کے بعد ان کا اختلاف معتبر نہیں ہے۔لیکن اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ وہ مجتہدین میں سے ہیں،تو یہ صحیح ہوگا کہ اس کو اجماع کی طرف منسوب کیاجائے کیونکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتاہے مخصوص سبب کا اعتبار نہیں ہوتا،اور ایساہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں کرتے۔اس کو امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیااور اس کی تحسین کی،اور حاکم نے اور ابن خزیمہ نے اپنی کتاب میں اس کو صحیح کہا۔اور یہاں حائضہ سے مراد بالغہ ہے،کیونکہ حائضہ کے لیے حقیقت میں بالکل بھی نماز نہیں ہے۔"

مصنف اصل کتاب کی عبارت کا کوئی لفظ یا جملہ یا اس جملہ کا کوئی ایک حصہ ذکر کرتے ہیں، پھر اس کی لغوی تحقیق کرتے ہیں، اس طرح کہ اگر اس کے معنی کو ذکر کرنے کی ضرورت ہو تو وہ ذکر کرتے ہیں، اس کے معانی میں کوئی فقہی فرق ہو تو اس کی وضاحت کرتے ہیں، اس عبارت یا لفظ کے ساتھ کسی ربط کی ضرورت ہو تو اس اضافی جملہ کو شامل کرتے ہیں۔

پھر اس کے قرآن وحدیث سے دلائل کا ذکر کرتے ہیں، اور مفسرین اور محدثین کی تشریحات سے اس کی وضاحت کرتے ہیں، محدثین کے حوالے سے ان احادیث وروایات کی تصحیح یا تضعیف کرتے ہیں، پھر اس کے بعد ان نصوص سے فقہاء نے کس طرح استدلال کیا ہے، ان فقہاء کی کتب معتبرہ کے حوالے سے اس مسئلہ کو واضح کرتے ہیں، اس دوران اگر کسی فقہی اِصول یا قاعدہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو اس اِصول کو امثلہ کے ساتھ لاتے ہیں، تاکہ مسئلہ خوب مدلل اور واضح ہو جائے۔

اسی طرح بعض مسائل میں اگر کوئی غلط روایات وغیرہ معروف ہیں، تو ان کی تنقیح کرتے ہوئے ان کا تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہیں، اور ضعیف روایات کے درجات کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے اس کی تشریح کرتے ہیں، اور ان روایات کو تحقیقی دلائل کے ساتھ واضح کرتے ہیں۔

نمایاں خصائص:

کتاب حلبی کبیر کے ماخذ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ معتبر اور مستند ماخذ پر بنیاد رکھتے ہیں، اور مصنف نے ایسی کتب کو ماخذ بنایا ہے کہ جن کی طرف آج کل عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی، اور وہ بہت اہم اور تحقیقی ماخذ شمار ہوتے ہیں، کتاب کے اہم ماخذ درج ذیل ہیں، جیسا کہ مصنف کتاب ہی میں رقمطراز ہیں کہ:

" (التقطت)جواب لما انتقیت(ما کثروقوعه للمصلین) واحتاجوا الیه فی کثیر من احوال الصلوٰۃ(وما لابد لہم)ای للمقتبسین(منه)دون ما یمکن ان یقع ولکنه فی غایة الندرة وهذا بحسب ما ادی الیه نظره والا فقد ذکر بعض ماینذر وترک بعض مایکثر وقوعه علی ما یعلم باستقرائه (من مصنفات المتقدمین)متعلق بالتقطت(و) من (مختارات المتأخرین) فی تألیفهم وہی (نحو الہدایة) لبرہان الدین علی المرغینانی (والمحیط)لبرہان الدین الکرمانی (وشرح)مختصر الطحاوی لشیخ الاسلام علی بن محمد (الاسبیجابی) بکسر الہمزة واسکان المهملة وکسر الباء الموحدة بعدها یاء مثناة تحتانیة فجیم بعدها الف ثم باء موحدة قبل یاء النسبة(و)فتاویٰ(الغنیة) بالغین المضمومة فی اکثر النسخ وہی غنیة الفقہاء وفی بعضها بالقاف المکسورة وہی قنیة الفتاویٰ للزاہدی (والملتقط) للسید الامام ابی شجاع

والذخيرة) للشيخ الامام برهان الدين (وفتاویٰ)الامام فخرالدين (قاضی خانوجامعيه) الكبير والصغير "[16]۔

" (میں نے انتخاب کیا) یہ "لما" کا جواب ہے، (ان مسائل کا جو نمازیوں کو اکثر پیش آتے ہیں) جن کی انہیں نماز کے بہت سے حالات میں احتیاج ہوتی ہے، (اور وہ مسائل جو ان کے لیے بہت ضروری ہیں) یعنی اس سے استفادہ کرنے والے (اس سے) نہ کہ وہ مسائل جن کا وقوع ممکن تو ہو لیکن بہت نادر ہو، اور یہ اس لحاظ سے ہے کہ جس کی طرف عام طور پر دھیان گیا ہے، وگرنہ اس کتاب میں بعض ایسے مسائل ذکر کیے ہیں جو نادر ہیں، اور بعض ایسے مسائل چھوڑ دیے ہیں کہ جن کا وقوع اکثر ہوتا رہتا ہے اور جن کا احاطہ ہو ہی جاتا ہے۔ (متقدمین کی تصنیفات میں) یہ "التقطت" یعنی "انتخاب کیا گیا" فعل سے متعلق ہے، (اور) (متاخرین اہل علم کے مختار مسائل ان کی تالیفات سے لیے ہیں جیسا کہ برہان الدین علی مرغینانی کی "ہدایۃ" برہان الدین کرمانی کی "المحیط"، "شرح مختصر الطحاوی" شیخ الاسلام علی بن محمد کی، "إِسْبِیجَابِیّ" ہمزہ کے زیر، سین کے سکون، باء کے زیر، اس کے بعد یاء جس کے نیچے دو نقطے، جیم کے بعد الف، پھر یائے نسب سے پہلے باء ہے۔ اور "فتاوی الغنیۃ" غین کے پیش کے ساتھ، اور اکثر نسخوں میں یہ "غُنیۃ الفقہاء" ہے، اور بعض نسخوں میں یہ قاف کے زیر کے ساتھ "قِنیۃ الفقہاء" زاہدی کی ہے، اور "الملتقط"[17] سید امام ابو شجاع کی، اور "الذخیرۃ" شیخ امام برہان الدین، اور "فتاوی" امام فخر الدین قاضیخان، اور ان دونوں کے جامع "الکبیر" اور "الصغیر" بھی ہے ۔

اسی طرح ان کے علاوہ بعض دوسری مستند و معتبر اور اہم کتب سے بھی اخذ کرتے ہیں، جن میں یہ بھی شامل ہیں جیسا کہ ابو العباس السروجی کی الغایۃ فی شرح الہدایہ، قوام الدین محمد بن محمد الکاکی کی معراج الدرایہ فی شرح الہدایہ ،حاکم شہید کی الکافی ، جمال الدین احمد بن محمود القابسی کی الحاوی القدسی فی فروع الفقہ الحنفی، ابن الہمام کی فتح القدیر، صحاح ستہ، علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف وغیرہ۔

صحیح روایات واقوال ترجیحی ماخذ:

صاحب کتاب صحیح روایات اور اقوال کو ماخذ بناتے ہیں، ضعیف اور غیر مستند روایات و اقوال سے گریز کرتے ہیں، خاص طور پر مؤلف صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کو زیادہ بنیاد بناتے ہیں، اگرچہ صحاح ستہ میں سے دیگر کتب سے بھی روایات لیتے ہیں، لیکن صحیحین کو ترجیح دیتے ہیں، جیسا کہ ذیل میں ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے:

" والاصح الذى عليه الجمهور انها صلوة العصر لما فى الصحيحين من قوله صلى الله عليه وسلم يوم الخندق شغلونا عن الصلوة الوسطى صلوة العصر ملأ الله قبورهم وبيوتهم نارا [18]"۔

" اور زیادہ صحیح قول جمہور کا ہے کہ وہ عصر کی نماز ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے دن فرمارہے تھے کہ : " اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دئے کہ ان کفار نے ہمیں نماز وسطی یعنی عصر کی نماز سے مشغول کردیا"۔

صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث جیسا کہ صحیح ابن حبان ،ابن خزیمہ ، سنن بیہقی اور دیگر کتب احادیث سے بھی استفادہ کرتے ہیں،اور باقاعدہ ان کی روایات ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ ذیل کی عبارت اس پر شاہد ہے:

" اور ابن خزیمہ ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے حوالے سے تخریج کی ہے فرمایا کہ کیا میں تمہیں حضور ﷺ کے وضو کی خبر نہ دوں پھر اس حدیث کو ذکر کیا اور اس میں ہے کہ " پھر ایک چلو بھرا اور اس سے اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا" اور اس پر امام نسائی نے "مسح الاذنين مع الراس " باب باندھا ہے۔ اور جو روایت ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو امامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے سر کا مسح کرتے وقت فرمایا کہ " کان سر سے ہیں" ۔اور اسی طرح اس کو ابن ماجہ نے بھی حضرت عبد اللہ بن زید سے روایت کیا ہے اور اس کو دار قطنی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا اور ان دونوں نے آپ ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ " کان سر سے ہیں"۔[19]

احادیث میں تطبیق:

صاحب کتاب مسئلہ کی بحث کے تحت احادیث میں تطبیق کو بھی ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ ذیل میں مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے:

" تکبیر تحریمہ کے بعد اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے اور ان دونوں ہاتھوں کو ہمارے نزدیک کھلا نہ چھوڑے البتہ امام مالک کا اختلاف ہے، ہمارا موقف اس حدیث کی بنا پر ہے جو امام بخاری نے بیان کی ہے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ لوگ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں بازو پر رکھیں، اور وائل بن حجر سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا انہوں نے جب نماز شروع کی اور تکبیر کہی تو اپنے ہاتھ اٹھائے پھر آپ نے اپنا کپڑا (چادر) لپیٹ لی پھر اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ

پر رکھ لیا اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، ایک اور حدیث ہے قبیصہ بن ھلب سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں امامت کروایا کرتے تھے تو اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑا لیا کرتے تھے، اس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور وہ اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑے یعنی طریقہ یہ ہے کہ دونوں عمل رکھنے کو اور پکڑنے کو جمع کرے تاکہ مذکورہ احادیث میں وارد ہونے والے حکموں کو جمع کیا جاسکے، جیسا کہ بعض احادیث میں پکڑنے کا ذکر ہے اور بعض میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے اور بعض میں ہاتھ کو ذراع (بازو) پر رکھنے کا ذکر ہے، تو جمع کرنے کی کیفیت یہ ہو گی کہ وہ اپنی دائیں ہتھیلی کو اپنی بائیں ہتھیلی پر رکھے اور اپنے انگوٹھے اور اپنی چھنگلی کو اپنی کلائی کے اوپر سے حلقہ بنا کر آپس میں ملائے اور باقی کی تین انگلیوں کو ذراع (بازو) پر پھیلا دے، تو یہ صادق آ جائے گا کہ اس نے ہاتھ کو ہاتھ پر اور ذراع پر رکھا اور اسی طرح اس نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑا"۔[20]

رواۃ حدیث پر بحث:

صاحب کتاب مسئلہ کی بحث کے تحت **رواۃ حدیث پر بھی بحث** کرتے ہیں، جیسا کہ ذیل میں مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے:

"آدمی دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے اور امام شافعی کے نزدیک وہ ان دونوں کو سینے پر رکھے گا اور یہ روایت امام مالک اور امام احمد سے بھی منقول ہے، شیخ کمال الدین ابن الہمام رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ناف سے نیچے (ہاتھ) رکھنا یا سینے پہ رکھنا اس بارے میں کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں ہے جو کہ عمل کو واجب کرتی ہو، لہٰذا اسے اس مخصوص طریقہ پر محمول کیا جائے گا کہ قیام کی حالت میں تعظیم کا ارادہ کرتے ہوئے جیسے ان دونوں کو رکھا جاتا ہے اور جو مخصوص طریقہ دیکھا گیا ہے وہ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔ اور حضرت علی سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھنا سنت میں سے ہے، اس کو امام ابو داؤد اور امام احمد نے روایت کیا ہے اور الفاظ مسند احمد کے ہیں اور امام نووی نے کہا ہے کہ اس کی ضعیف ہونے میں تمام محدثین نے اتفاق کیا ہے اس لئے کہ بے شک عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی کی روایت سے کہ اس کے ضعف پر ان کا اجماع ہے" [21]۔

اقوالِ فقہاء کے استدراکات:

صاحب کتاب مسئلہ کی بحث کے تحت **اقوالِ فقہاء کے استدراکات بھی ذکر** کرتے ہیں، جیسا کہ ذیل

میں مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے:

" حاصل یہ ہے کہ اہل علم نے فتاوی میں یہ ذکر کیا ہے کہ کراہت کے اوقات بارہ ہیں: ان میں سے تین ایسے ہیں کہ جن میں فوت شدہ نمازیں بھی جائز نہیں ہیں وہ سورج کے طلوع ہونے کے وقت، اور اس کے زوال کے وقت، اور اس کے غروب ہونے کے وقت، اور نو ایسے اوقات ہیں کہ ان میں فوت شدہ نمازیں، سجدہ تلاوت، نماز جنازہ بلا کراہت جائز ہیں، اور ان کے علاوہ کراہت کے ساتھ جائز ہیں فجر کے طلوع ہونے کے بعد اس کے فرض ادا کرنے سے پہلے، اور فجر کے فرضوں کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے، اور عصر کی نماز کے بعد سورج متغیر ہونے سے پہلے، اور غروب شمس کے بعد نماز مغرب سے پہلے، اور جمعہ کے دن خطبہ کے وقت، اور جمعہ کے دن اقامت کے وقت، اور عیدین کے خطبہ کے وقت، اور کسوف کے خطبہ کے وقت، اور استسقاء کے خطبہ کے وقت، اور لیکن ان پر استدراک کیا گیا ہے امام کے خطبہ کے لئے نکلنے کے بعد خطبہ دینے سے پہلے، اور عید کی نماز سے پہلے، جیسا کہ مصنف نے اس کو ذکر کیا، اور اسی طرح عید گاہ میں نماز عید کے بعد، یہ زیادہ صحیح قول کے مطابق ہے، اور اسی طرح سارے خطبوں کی طرح حج کے تینوں خطبوں کے وقت بھی مکروہ ہونا چاہیے، اس کے مطابق پہلے تین اوقات کے علاوہ کراہت کے اوقات پندرہ ہوگئے، اور ان پہلے تین کے ساتھ اٹھارہ ہو جاتے ہیں"[22]۔

قواعد اصولیہ کی تخریج:

صاحب کتاب مسئلہ کی بحث کے تحت بعض قواعد اصولیہ کی تخریج بھی کرتے ہیں، جیسا کہ ذیل میں مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے:

"امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہر اس قیام میں ہاتھ باندھنا سنت ہے جس میں مسنون ذکر ہو، اور امام محمد کے نزدیک ہر اس قیام میں ہاتھ باندھنا سنت ہے جس میں قراءت ہے، پس شیخین کے نزدیک ثناء کی حالت میں، اور قنوت کی اور نماز جنازہ کی حالت میں ہاتھ باندھا جائے گا، اور امام محمد کا اختلاف ہے اور رکوع اور سجدہ کے درمیان قومہ میں ہاتھ چھوڑ دے گا (ہاتھ نہیں باندھے گا) اور عیدین کی تکبیرات کہتے ہوئے بھی بالاتفاق ہاتھ نہیں باندھے گا"[23]۔

معتبر کتبِ فقہاء سے استشہاد:

صاحب کتاب مسئلہ کی بحث کے تحت معتبر کتبِ فقہاء سے استشہاد بھی لاتے ہیں، جیسا کہ ذیل میں مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے:

"اسی طرح جو" عذارین " کے درمیان ہے، یہ "عذار" کا تثنیہ کا صیغہ ہے، اس سے مراد داڑھی کا وہ حصہ جو رخسار پر لٹک رہا ہو، یہ لفظ عربی محاوہ" گھوڑے کی گردن پر کان کے مقابل بال ہونا" سے ہے۔ اور کان ان کا دھونا واجب ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ یہ چہرہ کی حد میں داخل ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، پس وہ کہتے ہیں کہ جب عذار کے نیچے کے حصہ کا دھونا ساقط کر دیا گیا ہے تو اس کے بعد کا حصہ دھونا بھی ساقط ہو گیا، کیونکہ یہ چہرہ کی حد سے زیادہ دور ہے۔ ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ حائل کی وجہ سے ساقط کیا گیا اور یہاں کوئی حائل نہیں، اس لیے داڑھی اگنے سے پہلے یہ جس حالت میں تھا اسی پر رہے گا۔ بہر حال جہاں تک داڑھی کا تعلق ہے تو اس کے چوتھائی حصہ کے مسح کی فرضیت مروی ہے وہ سر کے مسح پر قیاس کرتے ہیں، اور یہ حسن الشیبانی کی روایت ہے، اور انہی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جو چہرہ کی جلد سے متصل ہے اس کا مسح فرض ہے، اس قول کو قاضی خان نے پسند کیا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور کہا کہ یہ امام صاحب کی روایات میں سے سب سے زیادہ مشہور روایت ہے، اس کو "المحیط "اور " البدائع "نے بھی اختیار کیا ہے، "معراج الدرایۃ" میں کہا کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے، اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے، البدائع میں ابن شجاع سے ہے کہ انہوں نے اس قول کے سوا جتنے اقوال تھے ان سے رجوع کر لیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس عذار کے نیچے کا دھونا ساقط ہو گیا تو دھونے کا فرض اس چہرہ کی طرف منتقل ہو گیا، جیسا کہ مونچھیں اور ابرو کہ جب اس کے نیچے کے حصے کے دھونے کا حکم ان دنوں کے دھونے کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور جو اس داڑھی کا حصہ بہت لمبا ہو گیا تو اس کا دھونا اور مسح کرنا واجب نہیں، کیونکہ یہ چہرہ میں شامل نہیں ہے"۔[24]

اصح اقوال کی مدلل ترجیح:

صاحب کتاب مسئلہ کی بحث کے تحت اصح اقوال کو مدلل ترجیح دیتے ہیں، جیسا کہ ذیل میں مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے:

"مشائخ فرماتے ہیں کہ اگر تشہد میں "اللھم صل علی محمد "تک بھول کر تو زیادہ پڑھ لیا تو سہو کے دو سجدے لازم ہو جائیں گے اور امام ابو حنیفہ کا قول جو حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ایک لفظ بھی زیادہ پڑھ لیا تو سہو کے دو سجدے واجب ہو جائیں گے، جبکہ مصنف ہبیۃ المصلی نے کہا کہ اکثر مشائخ یہی کہتے ہیں کہ ایک حرف بھی زیادہ ہو گیا تو سہو لازم ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے[25] کہ مختار قول یہ ہے کہ اگر اس نے کہا" اللھم صل علی محمد " کہا تو سجدہ سہو لازم ہے۔ بزازی نے کہا[26] کیونکہ اس نے سنت مؤکدہ کو ادا کیا جس سے رکن (یعنی تیسری رکعت کے قیام کی طرف جانے) میں تاخیر لازم آگئی، اور رکن کی تاخیر سے سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے اور

یہ اپنے اطلاق کے اعتبار سے دلیل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کے لیے جس نے حسن بن زیاد کی روایت کو پسند کیا ہے، کیونکہ ایک حرف کے اضافے میں بھی مطلق تاخیرِ رکن تو پائی جاتی ہے اور یہ صرف اس صورت سے خاص نہیں جس کو مصنف منیۃ المصلی اور صاحب خلاصۃ الفتاویٰ نے "اللھم صل علی محمد" تک پڑھنے کی قید کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ایسے مسائل میں جن میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے صرف ایک حرف وغیرہ کی زیادتی کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ اس قدر وقفے کا اعتبار ہے جس میں رکن کی ادائیگی ہو سکتی ہو، جیساکہ سری نمازوں میں (اس قدر) جہر کرنا یا جہری میں (اس قدر) آہستہ قراءت کرنا۔ اور جیسا کہ شک وغیرہ کی حالت میں (اس قدر) سوچتے رہنا جیساکہ سہو کے باب میں ہے اور وہ "اللھم صل علی محمد" کی مقدار اس قدر وقت کو مشغول کرلیتی ہے کہ جس میں رکن کی ادائیگی ہو سکتی ہے جبکہ اس سے کم مقدار میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ یہ اتنا قلیل وقت ہوتا ہے کہ جس سے بچنا بہت مشکل ہوتا ہے، پس اس تفصیل سے سے بزازی کی مراد بھی واضح ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ "اللھم صل علی محمد" کا زبان سے تکلم ضروری نہیں بلکہ اگر اتنی دیر خاموش رہا تو بھی سجدہ سہو لازم ہو جائے گا کیونکہ اس نے اتنی مقدار وقت کے ساتھ کہ جس میں رکن ادا ہو سکتا ہے ایک دوسرے رکن کو موخر کردیا، خواہ اس وقت میں اس نے نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجا یا اتنی مقدار خاموش رہا[27]۔

غیر مستند اقوال وروایات کی تردید:

صاحب کتاب بعض مقامات پر **غیر مستند اقوال وروایات کی تردید** کرتے ہیں، جیساکہ ذیل میں مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے:

فتاوی تاتارخانیہ میں ایک روایت ہے علماء کرام اس کے بارے کیا فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کوئی مومن مرد یا عورت وتر کی نماز کے بعد سجدہ میں پانچ مرتبہ یہ الفاظ کہے "سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح" پھر سر اٹھا کر ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے، پھر سجدہ میں وہی درج بالا الفاظ کہے۔ توجس ذات کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اس کی قسم ہے کہ اس کے کھڑا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے، اس کو ایک سو حج اور ایک سو عمروں کا ثواب ملے گا، اللہ تعالیٰ اسے شہداء والا ثواب دیں گے، اس کی طرف فرشتے بھیجے جائیں گے جو اس کے لیے حسنات لکھیں گے اور گویا کہ اس نے ایک سو غلام آزاد کئے اور اللہ اس کی دعا قبول کریں گے اور قیامت کے دن ساٹھ جہنمیوں کی شفاعت کرے گا اور جب یہ مرے گا تو شہید مرے گا[28]۔

شیخ ابراہیم حلبی حنفی نے حلبی کبیر (شرح المنیۃ) میں فرمایا کہ تاتارخانیہ میں مضمرات کے حوالہ سے

مذکور روایت موضوع و باطل ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں لہٰذا اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے نیز اس کی اشاعت بھی درست نہیں بشرطیکہ اس کے منگھڑت ہونے اور باطل ہونے کی صراحت کردی جائے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کی تردید فرمائی ہے۔

کما فی التاتارخانیة:المضمرات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لفاطمة رضی اللہ عنہا مامن مومن ولا مومنة یسجدبعد الوترسجدتین یقول فی سجوده خمس مرات سبوح قدوس رب الملائکة والروح ثم یرفع راسه ویقرء آیة الکرسی مرة ثم یسجدویقول فی سجوده خمس مراتسبوح قدوس رب الملائکة والروح والذی نفس محمد بیده انه لایقوم من مقامه حتی یغفر اللہ له اعطاه ثواب مائة حجة ومائة عمرة واعطاه اللہ ثواب الشہداء وبعث اللہ الیه ملک یکتبون له الحسنات وکانما اعتق مائة رقبة واستجاب اللہ تعالیٰ دعاءه ویشفع یوم القیامة فی ستین من اهل النارواذا مات مات شہیدا۔[29]

وفی شرح المنیة(حلبی کبیر):واما ما ذکره فی التاتارخانیة عن المضمرات ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمة رضی اللہ عنہا مامن مومن ولا مومنة یسجدسجدتین یقول فی سجوده خمس مرات سبوح قدوس رب الملائکة والروح ---الخ۔فحدیث موضوع باطل لا اصل له،ولا یجوز العمل به ولا نقله الا لبیان بطلانه کما ہو شان الاحادیث الموضوعة ویدلک علی وضعه رکاکته والمبالغة الغیرالموافقة للشرع والعقل فان الاجر علی قدر المشقةشرعا وعقلا۔[30]

وفی ردالمحتار:ہٰکذا نقل فی الشامیة عن شرح المنیة۔[31]

بعض بے دین و ملحدین کا اس قسم کی احادیث شائع کرنے سے مقصد دین میں فساد پھیلانا، لوگوں کو گمراہ کرنا، انہیں گناہ پر ابھارنا، عبادات میں جدوجہد سے باز رکھنا ہوتا ہے، اس طرح بعض وہ لوگ جنہیں علم حدیث میں تمییز کا ملکہ حاصل نہیں ہوتا وہ لوگ دھوکہ میں آجاتے ہیں۔

کما فی شرح المنیة:انما قصد بعض الملحدین بمثل ہٰذا الحدیث افساد الدین واضلال الخلق واغراءهم بالفسق وتثبیطهم عن الجد فی العبادة فیغتر به بعض من لیس لهم خبرة بعلوم الحدیث وطرقه ولا ملکة یمیزبہا بین صحیحه وسقیمه، قال الربیع بن خیثم ان للحدیث ضوء مثل ضوء النہار یعرفه وظلمة کظلمة اللیل تنکره ،وقال ابن الجوزی ان للحدیث المنکر یقشعر منه جلد الطالب للعلم وینفر منه قلبه فی الغالب،انتہیٰ، ومن لم یجعل اللہ له نورا فماله من نور،واللہ سبحانه اعلم۔[32]

لغوی ابحاث کا بیان

صاحب کتاب اکثر مقامات پر لغوی ابحاث بھی کرتے ہیں، جیسا کہ ذیل میں مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے:

"اسی طرح جو" عذارین " کے درمیان ہے ، یہ "عذار" کا تثنیہ کا صیغہ ہے، اس سے مراد داڑھی کا وہ حصہ جو رخسار پر لٹک رہا ہو، یہ لفظ عربی محاوہ" گھوڑے کی گردن پر کان کے مقابل بال ہونا" سے ہے۔ اور کان ان کا دھونا واجب ہے، جیساکہ ہم نے ذکر کیا کہ یہ چہرہ کی حد میں داخل ہے، امام ابویوسف رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، پس وہ کہتے ہیں کہ جب عذار کے نیچے کے حصہ کا دھونا ساقط کر دیا گیا ہے"۔[33]

عربی اشعار سے استشہاد:

صاحب کتاب بعض مقامات پر عربی اشعار سے استشہاد لاتے ہیں، جیساکہ ذیل میں مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے:

"جہاں تک جر جوار کا تعلق ہے تو یہ کبھی کبھی صفت کے طور پر ہوتا ہے جیساکہ بعض کا لوگوں کا قول ہے: هذا حُجْرُ ضَبٍّ خَرِبٍ ، (گوہ کا خراب سوراخ) اس میں خرب پر زیر ہے، (جبکہ یہ خرب کا لفظ جحر کی صفت ہے، ضب کی صفت نہیں ہے، لیکن ضب کے جوار کی وجہ سے اس پر ضب والا ہی اعراب یعنی زیر لائی گئی ہے۔)[34] یا تاکید کے طور پر جیساکہ شاعر کا قول: یَا صَاحِ بَلِّغ ذَوِي الزَّوجَاتِ كُلِّهِمُ... أَنْ لَيْسَ وَصْلٌ إِذَا انْحَلَّتْ عُرَى الذَّنَبِ۔

اے دوست تمام بیویوں والوں کو یہ بات پہنچا دو۔۔۔کہ کوئی وصال نہیں جب دم کی بندش کھل جائے۔ یہ " كُلِّهِمُ " کے زیر کے ساتھ ہے، جیساکہ امام فراء نے بیان کیا ہے"۔[35]

اصطلاحی معانی کا بیان:

صاحب کتاب بعض مقامات پر **اصطلاحی معانی بھی ذکر کرتے** ہیں، جیساکہ ذیل میں مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے:

"جان لو کہ بے شک نماز میں ارکان ہیں یہ رکن کی جمع ہے اس کا لغوی معنیٰ زیادہ طاقتور کنارہ ہے اور اصطلاحی تعریف کسی شے کا وہ ذاتی جزء ہے جس سے اور اس کے علاوہ سے اس شی کی حقیقت ترکیب پاتی ہے یہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ فرائض میں داخل ہیں اور جان لو کہ نماز میں واجبات بھی ہیں یہ واجب کی جمع ہے اس کا لغوی معنیٰ وجوب ہے اور اس کو سقوط کا نام بھی دیا گیا ہے، کیونکہ اس کا علم ہم سے ساقط ہو گیا ہے اور اس پر عمل کرنا ہم پر واجب ہو گیا ہے یا یہ لفظ "وجیب" سے ہے اس کا معنی اضطراب ہے اس کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کے اس کے ثبوت میں تردد اور اضطراب ہوتا ہے، اور شرعی معنی یہ ہے کہ کوئی حکم ایسی دلیل سے لازم ہو کہ جس

میں شبہ ہو اور اس کا حکم یہ ہے کے اس کا تارک جو کہ تاویل نہ کرے گناہ گار ہے،اور اس کا منکر کافر نہیں ہوتا، نماز میں اس کا چھوڑنا نماز کو فاسد نہیں کرتا کیونکہ اس کے ترک کی وجہ سے سجدہ سہو لازم آتا ہے بشرطیکہ کہ اگر وہ سہواً ہوا اگر جان بوجھ کر چھوڑا تو نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے وگرنہ گناہ اور معصیت لازم ہوتی ہے"۔[36]

عبارت میں تسامح کا مغالطہ:

عصر حاضر کے ایک محقق و محشّٰی "محمد سعید انور المظاہری السمستی فوری" نے اس کتاب پر تخریج و تحقیق کا کام کیا ہے، وہ کہتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ:

"مصنف (حلبی کبیر) نے جن کتب سے استفادہ کیا ہے اور مقدمہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے، جن میں "الملتقط"[37] سید امام ابو شجاع" بھی شامل ہے، لیکن اس نام میں مصنف کا تسامح ہے یا کاتب سے تسامح ہوا ہے، کیونکہ "الملتقط فی الفتاوی الحنفیۃ" کے نام سے ناصر الدین ابوالقاسم محمد بن یوسف سمرقندی (م556ھ) کی تالیف ہے۔ "سید امام ابو شجاع" کے نام سے جن کا تعارف ملتاہے وہ" محمد بن احمد بن الحسن العلوی "جو کہ سید ابو شجاع کے نام سے مشہور ہیں، ابو شجاع اور قاضی الماتریدی یہ دونوں امام علی السغدی متوفی 461ھ کے ہم عصر ہیں[38]۔ان کی تالیفات میں "الملتقط" کے نام سے کوئی تالیف نہیں ہے[39]۔"

حالانکہ مصنف (حلبی کبیر) نے اس کتاب میں اور دیگر کتب میں بھی یہ اس کتاب کے نام کے ساتھ اسی مصنف کا تذکرہ مسائل کے ذیل میں کیا گیا ہے، جن میں فتاوی عالمگیری[40] اور فتاوی تاتار خانیہ[41] بھی شامل ہیں، ان کے علاوہ دیگر امہات کتب فقہ میں "سید ابو شجاع" کے حوالے سے بہت سے مسائل ملتے ہیں، اسی طرح بعض دیگر کتب فقہ میں "الملتقط" کے حوالے سے بھی مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔ جب یہ صورت حال ہے تو پھر یہ کہنا کسی کہ یہ مصنف کا تسامح ہے یا کاتب سے سہو ہو گیا ہے، یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا، ہاں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تاحال اس کتاب تک ہماری رسائی ممکن نہیں ہو سکی، اور کوشش جاری ہے۔

حاصل بحث:

اسلام میں نماز ایک ستون کی حیثیت رکھتی ہے،اس کے بغیر باقی دین نامکمل رہتاہے، یہ کتاب غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی ایسی کتاب ہے کہ جس میں فقہ حنفی کے منہج واسلوب کے مطابق طہارت اور نماز کے اہم مسائل کو مستند اور معتبر مستدلات کی روشنی میں بیان کیا گیاہے، اہل علم کا کہناہے کہ یہ کتاب نماز کے مسائل

میں سپریم کورٹ کی حیثیت رکھتی ہے، اس کا مطلب ہے کہ نماز کے بہت سے ایسے مسائل جن میں بعض اوقات کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے، خاص طور پر ان مسائل میں یہ کتاب ایک حاکم کی حیثیت سے کم نہیں، مقالہ نگار نے اس کتاب کا تعارف اس طرح ذکر کیا ہے کہ اس کے مصنف کا تعارف بھی بہت سے اہم ماخذ سے حاصل کیا اور پھر کتاب کے بغور مطالعہ سے اس کا منہج واسلوب اور اس کی خصوصیات اور ماخذ کا ایک تعارف سامنے آجائے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب جہاں صحیح اور مستند روایات کی بنیاد پر مسائل بیان کرتی ہے وہاں ضعیف اور غیر مستند باتوں کو بھی واضح کرتی ہے، جس سے جلب منفعت کے ساتھ دفع مضرت کا اصول بھی ساتھ ساتھ کارفرما نظر آتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ طاشکبری زادہ، احمد بن مصطفی، ابو الخیر، عصام الدین (968ھ)، الشقائق النعمانية في علماء الدولة العثمانية، دار الكتاب العربي –بیروت، 1975ء۔ 1/295۔

Ṭāshkubrā Zādah, Aḥmad ibn Muṣṭafā, Abu al-Khayr, ‘Eṣām al-Dīn (968H), al-Shaqā’iq al- fi ‘Ulemā al-Dawlah al-Uthmāniyyah, Dār al-Kitāb al-Arabī – Beirut, 1975AD. 1/295

2۔ ابن الحنبلی، محمد بن ابراہیم، رضی الدین (971ھ)، درالحبب فی تاریخ اعیان حلب، التحقیق: محمود احمد الفاخوری، منشورات وزارۃ الثقافۃ، دمشق، 1972ء۔ 1/95،94،93۔

Ibn al-Ḥanbali, Muḥammad ibn Ibrāhīm, Razī al-Dīn (971H), Durr al-Ḥubab fi Tārīkh ‘Ayān Ḥalab, Taḥqīq: Maḥmūd Aḥmad al-Fakhūrī, Manshūrāt Wizārah al-Saqāfiyyah, Demashq, 1972AD. 1/95,94,94

3۔ التميمي الداري، تقي الدين بن عبد القادر، الغزي (1010ھ)، الطبقات السنية في تراجم الحنفية، التحقیق: عبد الفتاح محمد الحلو، لجنۃ احیاء التراث الاسلامی، القاہرۃ، 1970ء۔ 1/256)

Al-Tamīmī al-Dārī, Taqī al-Dīn Abd al-Qādir, Al-Ghazzī (1010H), Ṭabaqāt al-Sunniyyah fi Tarājim al-Ḥanafiyyah, Taḥqīq: Abd al-Fattāḥ Muḥammad al-Ḥulw, Lajnah Iḥyā al-Turāth al-Islami, al-Qāhirah, 1970AD. 1/256

4۔ الزركلي، خير الدين بن محمود، الدمشقي (1396ھ) الأعلام، دار العلم للملايين، 2002ء۔ 1/66۔

Al-Zarkalī, Khayr al-Dīn ibn Maḥmūd, al-Demashqī (1396H), al-‘Alām, Dār al-‘Ilm li al-Malāyiyyīn, 2002AD, 1/66

5۔ الغزی، محمد بن محمد ، نجم الدین (1061ھ-)، الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ، التحقیق: خلیل المنصور، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ، 1997ء۔2/78)۔

Al-Ghazzī, Muḥammad ibn Muḥammad, Najm al-Dīn (1061H), al-Kawākib al-Sā’irah bi ‘Ayān al-Mi’ah al-‘Āshirah, Taḥqīq: Khālid al-Manṣūr, Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, Lebanon, first publication, 1997AD, 2/78.

6۔ العامري، محمد بن محمد، أبو البركات، بدر الدين(984ھ-) المطالع البدرية في المنازل الرومية، التحقيق: المهدي عيد الرواضيّة، المؤسسة العربية للدراسات والنشر، بيروت، لبنان، 2004م۔1/269)

Al-‘Āmrī, Muḥammad ibn Muḥammad, abu al-Barakāt, Badr al-Dīn (984H), al-Maṭāli’ al-Badriyyah fi al-Manāzil al-Rūmiyyah, Taḥqīq: al-Mahdī ‘Eid al-Rawaḍiyyah, al-Mua’ssisah al-Arabīyyah li al-Dirāsāt wa al-Nashr, Beirut, Lebanon, 2004AD, 1/269.

7۔ ابن العماد ،عبد الحي بن أحمد ، أبو الفلاح، العكري، الحنبلي، (1089ھ-) شذرات الذهب في أخبار من ذهب، التحقيق: محمود الأرناؤوط، دار ابن كثير، دمشق -بيروت، 1986م۔10/444)

Ibn al-‘Emād, Abd al-Ḥayyi ibn Aḥmad, abu al-Falāḥ, al-‘Akrī, al-Ḥanbalī, (1089H), Shazarāt al-Zahab fi Akhbār min Zahab, Taḥqīq: Maḥmūd al-Arna’ūt, Dār ibn Kathīr, Demashq, Beirut, 1986AD, 10/444

8۔ شذرات الذهب في أخبار من ذهب۔10/444)

Shazarāt al-Zahab fi Akhbār min Zahab, 10/444

9۔ الشقائق النعمانیۃ، 296۔

al-Shaqā’iq al-Nu’māniyyah, 296

10۔ الاعراف 7:31۔۔

Al-‘Arāf, 7:31

11۔ السجستانی، سلیمان بن الاشعث، ابوداؤد، باب المراۃ تصلی بغیر خمار، تحقیق: محمد محی الدین عبدالحمید، مکتبۃ العصریۃ، بیروت، حدیث 641۔

Al-Sajistānī, Sulaymān ibn al-Ash’ath, Abu Dawūd, Bāb al-Mar’ah Tuṣallī bi Ghayr Khumār, Taḥqīq: Muḥammad Muḥayyi al-Dīn Abd al-Ḥamīd, Maktabah al-Aṣriyyah, Beirut, Ḥadīth 641

12۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، باب ماجاء لاتقبل صلاۃ الحائض الا بخمار، تحقیق: احمد محمد شاکر، مکتبہ مصطفیٰ البابی، الحلبی ،بیروت، 1975ء۔ حدیث 377)

Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ‘Īsa, Bāb Mā Jā’a lā Tuqbal Ṣalāh al-Hā’iḍ illā bi Khumār, Taḥqīq: Aḥmad Muḥammad Shākir, Maktaba Muṣṭafā al-Bābi, Al-Ḥalabī, Beirut, 1975AD, Ḥadīth 377.

13۔ الحاکم، محمد بن عبداللہ، ابوعبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، باب التامین، تحقیق: ابوعبدالرحمٰن مقبل بن ھادی، دارالحرمین، القاہرۃ، 1997ء۔ حدیث 920۔

Al-Hākim, Muḥammad ibn Abd-Allah, abu Abd-Allah, al-Mustadrak Alā al-Ṣaḥīḥayn, Bāb al-Tamayn, Taḥqīq: Abu Abd al-Rehman Muqbil ibn Hādi, Dār al-Ḥaramayn, al-Qāhirah, 1977AD, Ḥadīth 920.

14۔ ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، ابوبکر، الصحیح، باب نفي قبول صلاۃ الحرۃ المدرکۃ بغیر خمار، تحقیق: محمد مصطفیٰ الاعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت، حدیث 775۔ 1/380۔

Ibn Khuzaymah, Muḥammad ibn Ishāq, Abu Bakr, Al-Ṣaḥīḥ, Bāb Nafī Qubūl Ṣalah al-Ḥurrah al-Mudrakah bi Ghayr Khumār, Taḥqīq, Muḥammad Muṣṭafā al-‘Azamī, al-Maktab al-Islami, Beirut, Ḥadīth 775, 1/380.

15۔ غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی، 208۔

Ghunyat al-Mutamallī fi Sharḥ Muniyyat al-Muṣallī, 208

16۔ ایضاً، ص 4۔5۔

Ibid, pg no. 4,5

17۔ اس کتاب اور اس کے مصنف کے مکمل نام کی تحقیق تاحال جاری ہے۔

18۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الجامع الصحیح، باب الدعاء علی المشرکین، حدیث 6396۔ 8/84؛ النیسابوري، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیري (261ھ)، الجامع الصحیح، التحقیق: محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، حدیث 205۔ 1/437۔

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā’īl, Abu Abd-Allah, al-Jāmi’ al-Ṣaḥīḥ, Bāb al-Du’ā Alā al-Mushrikīn, Ḥadīth 6396, 8/84; al-Naysabūrī, Muslim ibn al-Ḥajjāj Abu al-Ḥassan al-Qushayrī (261H), al-Jāmi’ al-Ṣaḥīḥ, Taḥqīq: Muḥammad Fu’ād abd al-Bāqī, Dār Iḥyā al-Turāth al-Arabī, Beirut, Ḥadīth 205, 1/438

19۔ ایضاً ص 25۔

Ibid, pg no. 25

20۔ غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی،300۔

Ghunyat al-Mutamallī fi Sharḥ Muniyyat al-Muṣallī, 300

21۔ ایضاً،،301۔

Ibid, pg no. 301

22۔ ایضاً،244۔

Ibid, pg no. 244

23۔ ایضاً،301۔

Ibid, pg no. 301

24۔ ایضاً، ،18۔

Ibid, pg no. 18

25۔ طاہر بن احمد، البخاری، مخطوط، خلاصۃ الفتاویٰ، وقف شیخ الاسلام فیض اللہ آفندی، ص62)۔

Ṭāhir ibn Aḥmad, al-Bukhārī, Makhṭūṭ, Khulāṣa al-Fatāwā, Waqf Shaykh al-Islam Fayḍ-Allah Āfandī, pg no. 62

26۔ البزازی، محمد بن محمد، مخطوط، الفتاویٰ البزازیۃ، مکتبہ جامعہ میشیغان، 1/34۔

Al-Bazzāzī, Muḥammad ibn Muḥammad, Makhṭūṭ, al-Fatāwā al-Bazzāziyyah, Maktab Jāmi'ah Mishighān, 1/34

27۔ غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی،331۔

Ghunyat al-Mutamallī fi Sharḥ Muniyyat al-Muṣallī, 331

28۔ الاندریتی ،عالم بن العلاء،الہندی،الدھلوی،الفتاوی التاتار خانیۃ فی الفقہ الحنفی،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی۔1/678۔

Al-Andirītī, Ālim ibn al-'Ulā', al-Hindi, al-Dehalwī, al-Fatāwā al-Tātārkhāniyyah fi fiqh al-Ḥanafī, Idāra al-Qur'ān wa al-'Ulūm al-Islamiyyah, Karachi, 1/678

29۔ ایضاً۔

Ibid,

30۔ غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی، ص617۔

Ghunyat al-Mutamallī fi Sharḥ Muniyyat al-Muṣallī, 617

31۔ ردالمختار، 1/577۔

Radd al-Mukhtār, 1/577

32۔ غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی، ص617۔

Ghunyat al-Mutamallī fi Sharḥ Muniyyat al-Muṣallī, pg no. 617

33۔ ایضاً، 18۔

Ibid, 18

34۔ الثعالبي، عبد الملک بن محمد، أبو منصور (429ھ)، فقه اللغة وسر العربية، التحقيق: عبد الرزاق المهدي، إحياء التراث العربي، 1422ھ۔ 1/224۔

Al-Tha'ālbī, Abd al-Malik ibn Muḥammad, Abu Manṣūr (429H), Fiqh al-Lugha wa Sirr al-Arabīyyah, Taḥqīq: Abd al-Razzāq al-Mahdī, Iḥyā al-Turāth al-Arabī, 1422H, 1/224

35۔ وَأَنْشَدَ ابْنُ السِّكِّيتِ۔۔(المُطَرِّزِيّ، ناصر بن عبد السيد، أبي المكارم، برهان الدين (610ھ)، المغرب، دار الكتاب العربي، بيروت، الزاى مع الواو، 1/374۔)

Al-Mutarrizī, Naṣir ibn Abd al-Sayyid, Abi al-Makārim, Burhān al-Dīn (610H), al-Maghrib, Dār al-Kitāb al-Arabī, Beirut, Al-Zā'iy Ma'a al-Wāuw, 1/374

36۔ غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی، 13۔

Ghunyat al-Mutamallī fi Sharḥ Muniyyat al-Muṣallī, 13

37۔ السمرقندی، محمد بن یوسف، ناصر الدین ابو القاسم (556ھ) الملتقط فی الفتاوی الحنفیۃ، التحقیق: محمود نصار، ، دار الکتب العلمیۃ بیروت-لبنان، 2000م۔

Al-Samarqandī, Muḥammad ibn Yusūf, Nāṣir al-Dīn abu al-Qasim (556H), al-Multaqāt fi al-Fatāwā al-Ḥanafiyyah, Taḥqīq: Maḥmūd Niṣār, Dār al-Kutub al-Ilmiyyah Beirut – Lebanon, 2000AD

38۔ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، 2/254۔

Al-Jawāhir al-Maḍiyyah fi Ṭabaqāt al-Ḥanafiyyah, 2/254

39۔ حلبی، ابراہیم، غنیۃ المتملی، المحقق: محمد سعید انور المظاہری السمستی فوری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 2020ء۔ 1/26۔

Ḥalabī, Ibrāhīm, Ghunyat al-Mutamallī, Muḥaqqiq: Muḥammad Sa'īd Anwar al-Mazāhirī al-Simastī Fawrī, Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, 2020AD, 1/26

40۔ الفتاوی الھندیۃ۔4/529۔

Al-Fatāwā al-Hindiyyah, 4/529.

41۔ الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب الطلاق، التحقیق: عبد اللطیف حسہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2005۔3/124۔

Al-Fatāwā al-Tātārkhāniyyah, Kitāb al-Ṭalāq, Taḥqīq: Abd al-Laṭīf Ḥassah, Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, 2005AD, 3/124